تحریر: ڈاکٹر عارف نوشاہی

فارسی سے اردو ترجمہ: ڈاکٹر عصمت درّانی

# ترقیمہ نگاری کا ایک عمدہ نمونہ

This article, translated from Persian, is an introduction to a nice sample of colophony. It evaluates the significance of the colophone. Importance of a colophone has been suggested to be measured by keeping "Siraj ul Lughat" as standard.

ترقیمہ یا کلفون (Colophon) علم کتاب شناسی میں، کسی قلمی نسخہ (مخطوطہ) کے اس حصّے کو کہتے ہیں جہاں اس کتاب کے مصنف کا تصنیف کردہ متن ختم ہو جاتا ہے اور اس متن کو کتابت کرنے والا (کاتب) متن کے اختتام پر کسی عبارت یا جملے سے اس کے اختتام پذیر ہونے کا اعلان کرتا ہے۔ یہ عبارت مختصر ترین مثلاً ''تمّ الکتاب'' بھی ہو سکتی ہے اور طویل بھی جس میں کاتب اپنا نام، مقام اور تاریخ کتابت وغیرہ لکھ سکتا ہے۔ ترقیمہ کے لیے ایرانی ماہرینِ مخطوطات اب ''انجامہ''، ''پایانہ'' اور ''دستینہ'' کی اصطلاحیں بھی استعمال کرنے لگے ہیں۔[1] لیکن برّصغیر میں ''ترقیمہ'' ہی رائج ہے۔

ترقیمہ، قلمی کتاب کے اہم ترین اجزاے ترکیبی میں سے ایک ہے۔ اگر ہم قلمی نسخے کو ایک انسانی جسم سے تشبیہ دیں تو ترقیمہ کو اس مناسبت سے اس جسم کے پاؤں قرار دے سکتے ہیں، جو نسخے کو ایک تہذیبی حرکت اور سفر کے ذریعے، ایک زمانے سے دوسرے زمانے تک اور ایک مقام سے دوسرے مقام تک پہنچاتا ہے۔ دوسرے لفظوں میں ہم ترقیمے کو ایک ایسی دستاویز اور سند سمجھ سکتے ہیں جو ایک نسخے کی وطنی اور تہذیبی خصوصیات کو ہم سے روشناس کرواتا ہے۔ ترقیمہ ایک خطی نسخے کا دائم المیعاد پاسپورٹ ہے۔ ترقیمے کا حامل نسخہ، جس مقام پر پہنچے گا اور جس وقت بھی سفر کرے گا، اجنبی نہیں ہوگا۔ ترقیمے کا حامل قلمی نسخہ دنیا کے ہر معتبر کتاب خانے کا دروازہ کھٹکھٹا سکتا ہے، محققین کو اپنی طرف متوجہ کر سکتا ہے اور تحقیقی مجالس کا موضوع بن سکتا ہے۔

ہم مثال کے طور پر، اصلی یا جعلی ہونے سے قطع نظر، شاہنامۂ فردوسی کے ایک خطی نسخے، جو فلورنس، اٹلی کے قومی کتب خانے میں دریافت ہوا، اس کے ترقیمے کی جانب اشارہ کرتے ہیں جس میں تاریخ، مہینے اور سال (۳ محرّم ۶۱۴ھ) کا اندراج کیا گیا ہے۔ [''تمام شد مجلد اول از شاہنامہ بہ پیروزی و خرّمی روز سہ شنبہ سیئم ماہ مبارک محرم سال ششصد و چہاردہ......''] میں نے پہلی مرتبہ اس نسخے کی شہرت اس وقت سنی جب ایک ایرانی محقق، ڈاکٹر محمد روشن نے عالمی فردوسی کانفرنس (منعقدہ ۱۹۹۰ء، تہران یونیورسٹی) میں اس نسخہ کے ترقیمے یا اس کی تاریخ کتابت کے بارے میں اپنے مقالے میں شکوک کا اظہار کیا۔[2] اس نسخے کو دریافت کرنے والے، اطالوی پروفیسر آنجلو میکلہ پیہ مونتسہ (Angelo Michele Piemontese) بھی اس کانفرنس میں موجود تھے، انھوں نے ڈاکٹر روشن کے شکوک کا وہیں کھڑے کھڑے جواب دے دیا۔ کانفرنس کے سوال وجواب کے سیشن میں دیگر دانشور بھی ترقیمے کی اصلیت یا عدم اصلیت کی بحث میں شامل ہو گئے۔ میں اس جرح اور بحث کی صداے بازگشت ابھی فراموش نہیں کر پایا تھا کہ گیارہ سال بعد تہران سے شایع ہونے والے مخطوطات پر خصوصی جریدے، نامۂ بہارستان (۲۰۰۱ء) کے دوسرے اور

تیسرے شمارے میں ایک مرتبہ پھر اس بحث کا تسلسل پایا۔ اگر نسخۂ فلورنس، ترقیمہ اور تاریخ (وہ جیسا بھی ہے) کا حامل نہ ہوتا تو کیا یہ تصوّر کیا جا سکتا تھا کہ ایک نسخے کے بارے میں ایسی موشگافیاں اور نازک فنی بحثیں وجود میں آئیں جو فردوسی کانفرنس یا نامۂ بہارستان میں دیکھی گئیں؟ یہ صرف ترقیمے کی برکت تھی جو اس نسخے کو اٹلی کے ایک کونے سے باہر نکال کر تاریخ کے میدان اور صفحات میں زیر بحث لے آئی۔

شاہنامہ کا یہ نسخہ ساتویں صدی ہجری کا لکھا ہوا ہے۔ دنیا کے کتب خانوں میں، بغیر تاریخ اور ترقیمہ کے، ساتویں صدی ہجری سے متعلق نسخوں کی کوئی کمی نہیں ہے، چونکہ یہ نسخے ترقیمے کی گواہی اور شہادت سے عاری ہیں، لہذا زیر بحث نہیں لائے جاتے۔ یہاں شاہنامہ کے نسخۂ فلورنس کی مثال دینے سے مقصود محض نسخہ کی ہیئت ترکیبی اور علم نسخہ شناسی میں ترقیمے کی اہمیت اور قدر و قیمت بتانا ہے۔

ترقیمہ کن کن خصوصیات کا حامل ہونا چاہیے کہ نسخے کی وقعت میں اضافہ کر سکے؟ ترقیمہ دو اہم عناصر پر مشتمل ہوتا ہے۔ جن میں سے ایک تاریخ کتابت اور دوسرا کاتب کا نام ہے۔ میں تاریخ کتابت کو اہمیت کے لحاظ سے کاتب سے اس لیے مقدم سمجھتا ہوں کہ اگر نسخہ میں تاریخ کتابت موجود ہو تو کاتب کے گمنام ہونے کے باوجود نسخہ زیر بحث لایا جا سکتا ہے۔ لیکن ایسا نسخہ جو بغیر تاریخ کے ہو لیکن کاتب کا نام موجود ہو، جس کا عہد حیات بھی واضح نہ ہو، ایسی خوبی کا حامل نہیں ہے۔ سوائے اس کے کہ نسخہ کے دیگر اجزا مثلاً روشنائی، کاغذ، خط، زمانے کے تعین میں معاونت کریں۔ تاریخ کتابت اور کاتب کے نام کے علاوہ، ترقیمہ کے اجزائے ترکیبی جس قدر زیادہ ہوں گے، نسخہ کی اہمیت اور قدر و قیمت میں اسی قدر اضافہ ہوگا۔ ترقیمے کے تمام اجزا کو اہمیت کے لحاظ سے تقدیم اور تاخیر کے بغیر درج ذیل تفصیل سے بیان کیا جا سکتا ہے:

۱۔ تاریخ کتابت،

۲۔ کاتب کا نام،

۳۔ مقام کتابت،

۴۔ نسخہ لکھوانے والے کا نام/فرمائش کرنے والے کا نام،

۵۔ نسخہ منقول عنہ کی نشاندہی.

مذکورہ پانچ خصوصیات کا حامل ترقیمہ، نسبتۂ متناسب اور متوازن ترقیمہ کہلائے گا۔ لیکن ایک ذہین کاتب اور باعلم ناقل، ترقیمہ نویسی میں ندرت اور جدّت کا اظہار کرتے ہوئے مذکورہ پانچوں اطلاعات کو وسیع تر اور عالمانہ تر طریقے سے بیان کر سکتا ہے۔ مثلاً تاریخ کتابت درج کرتے ہوئے صرف سال تحریر کرنے پر ہی اکتفا نہ کرے بلکہ سال کو مہینے اور دن کے ساتھ لکھے۔ شاید یہی مہینے اور دن کا ذکر، جو کہ بہت کم نظر آتا ہے، علمی نتائج اخذ کرنے اور اور تحقیقی عقدہ کشائی میں بہت معاون ثابت ہو۔ مثلاً مولانا عبدالرحمان جامی نے اپنی کتاب نفحات الانس من حضرات القدس کی تاریخ تصنیف صرف ۸۸۳ھ بتائی ہے[۳] لیکن مجھے کتب خانہ گنج بخش اسلام آباد میں نفحات الانس کا ایک ایسا خطی نسخہ (نمبر ۹۲۶۰) دیکھنے کا موقع ملا جس کا ترقیمہ درج ذیل تاریخ پر مشتمل ہے: "**فی شهر شعبان، سنة ثلاث و ثمانين و ثمانمائة**" [۴] اس ترقیمہ دار نسخے کی دریافت سے کہا جا سکتا ہے کہ

نفحات الانس ماہ محرّم کے بعد اور شعبان ۸۸۳ھ سے قبل تصنیف کی گئی کیونکہ نفحات کا شعبان ۸۸۳ھ کا لکھا ہوا نسخہ موجود ہے۔

یہ مختصر تمہید دراصل اس ترقیمے کو پیش کرنے کے لیے تھی جس کے ذہین کاتب نے ترقیمے کو اس قدر فصیح و بلیغ، جامع اور کامل انداز میں تحریر کیا ہے کہ اسے ''نمونے کا ترقیمہ''(Model Colophon) کہا جا سکتا ہے۔ یہ ترقیمہ، سراج الدین علی خان آرزو اکبرآبادی کی فارسی سے فارسی لغت، **سراج اللغۃ** (سال تصنیف ۱۱۴۷ھ) کے ایک خطی نسخے سے متعلق ہے جو میں نے جنوری ۲۰۰۲ء میں لاہور میں مرحوم خلیل الرحمان داؤدی کے پاس، ان کی وفات سے دو ہفتے قبل دیکھا تھا۔[۵] پہلے میں ترقیمہ نقل کرتا ہوں، اس کے بعد اس کا تجزیہ کروں گا۔

**سراج اللغۃ کا ترقیمہ:**

۱. **الحمداللّٰہ و المنۃ کہ این کتاب مستطاب سراج اللغۃ من تالیف سراج الدین علی آرزو تخلص**

۲. **بتاریخ بست و ششم ماہ ذوالقعدہ سنہ ۱۲۵۶ یک ہزار و دو صد و پنجاہ[و] شش ہجری مطابق بست و یکم ماہ جنوری سنہ ۱۸٤۱ عیسوی یک ہزار و ہشت صد[و]چہل و یک عیسوی موافق ماہ بدی چودس سمبت ۱۸۹۷ روز پنجشنبہ**

۳. **در مقام دارالخلافہ شاہجہان آباد حرسہا اللّٰہ من الآفات**

٤. **از منقول عنہ لالہ صاحب عنایت فرما لالہ دھرم چند صاحب نقل برداشتم**

۵. **بہ فرمودۂ مولوی حشمت علی صاحب**

٦. **از دست مستہام بندہ دولت رام قوم کایتھ او نایہ عفی اللہ عنہ**

۷. **در سنہ ٤ جلوس بہادر شاہ بادشاہ غازی خلد اللّٰہ ملکہ و سلطانہ**

۸. **بوقت چہار گھڑی روز برآمدہ**

۹. **بر دیوانخانۂ جناب منشی دیپ چند قوم کھتری دام اقبالہ پیرایۂ اختتام و زیور اتمام پوشید.''**

میں نے ترقیمے کی عبارت کو جان بوجھ کر نو فقرات میں تقسیم کر کے نقل کیا ہے تاکہ اس کا تجزیہ کرتے ہوئے ان فقرات کے نمبروں کا حوالہ دیا جا سکے۔

فقرہ ۱: کتاب اور اس کے مؤلف کے نام پر مشتمل ہے؛

فقرہ ۲: تاریخ کتابت ہے جس کے اندراج میں کاتب نے مہارت کا مظاہرہ کیا ہے۔ سب سے پہلے تو یہ کہ صرف ایک تاریخ -ہجری- پر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ اس تاریخ کو دیگر دو تاریخوں اور علاقے میں رائج تقویم سے بھی مطابقت دی ہے۔ جن میں سے

ایک عیسوی تاریخ اور دوسری برّصغیر کی مخصوص ہندی بکرمی تاریخ ہے۔دوسرا یہ کہ کاتب نے یہ تینوں تاریخیں لکھتے ہوئے مہینے کا دن لکھنے کا اہتمام کیا ہے۔تیسرا یہ کہ ہفتے کا دن تحریر کرنے کی طرف بھی اس کی توجہ رہی ہے۔فقرہ نمبر ۷ اور ۸ کو بھی تاریخ سے متعلق سمجھنا چاہیے۔کیونکہ فقرہ نمبر ۷ میں کاتب نے بادشاہ کی تخت نشینی کا سال درج کیا ہے اور فقرہ نمبر۸ میں کتابت کے اختتام کے وقت پر اس کی توجہ رہی ۔حتی کہ شب و روز کا فرق بھی مدّنظر رکھا ہے۔اس لحاظ سے تاریخ کتابت درج کرتے ہوئے کاتب نے کوئی فروگذاشت نہیں کی اور ایک بہت جامع اور جدید(عیسوی تقویم سے مطابقت کے لحاظ سے ) تاریخ پیش کی ہے۔اس موقع پر کاتب کی ایک اور ذہانت کا ذکر بھی ضروری ہے۔ وہ یہ کہ اس نے ہجری اور عیسوی سالوں کو حروف اور ہندسوں دونوں میں تحریر کیا ہے تا کہ سہو کا احتمال نہ رہے۔

فقرہ۳: شہر کا نام ، اس کے لیے تعریف اور دعا کے ساتھ لیا ہے جہاں یہ نسخہ لکھا گیا؛لیکن فقرہ نمبر ۹ میں کاتب نے اس خاص مقام کتابت کا ذکر کیا ہے جہاں بیٹھ کر یہ نسخہ پایۂ تکمیل کو پہنچا۔

فقرہ۴: کاتب نے اپنا نسخہ ،جس نسخے سے نقل کیا ،اس کے بارے میں بھی بتایا ہے۔ذہین کاتب نے ایک دوسری جگہ پر سراج اللغۃ کے مصنف کے ملاحظات کو بھی منقول عنہ نسخے سے اپنے نقل شدہ نسخے میں دوبارہ لکھ دیا ہے ،اس کی اپنی افادیت ہے۔(مقالے میں آگے اس کا ذکر کیا جائے گا)

فقرہ ۵: جس شخص نے یہ نسخہ لکھوایا ،اس کا نام ہے۔

فقرہ ۶: کاتب نے اپنا نام ،قومی شناخت کے ساتھ لکھا ہے۔

اگر ہم فقرہ نمبر ا سے صرف نظر کریں، جو کتاب شناسی سے متعلق ہے اور نسخہ شناسی سے اس کا کوئی ربط نہیں ہے،تو بقیہ پانچ فقرات وہی پانچ شناختی علامتیں اور خصوصیات ہیں جنہیں ہم نے اس سے پہلے ایک متناسب اور معقول ترتیب کے لازمے کے طور پر واضح کیا ہے اور کاتب نے ان میں سے ہر ایک کو جزئیات کے ساتھ بیان کیا ہے۔

جیسا کہ ہم نے فقرہ نمبر۴ میں کہا ہے، کاتب نے جس نسخے سے اپنا نسخہ نقل کیا،اس کے بارے میں بھی معلومات دی ہیں اور چونکہ منقول عنہ نسخہ کی تصحیح ،کتاب کے مصنف، سراج الدین علی خان آرزو نے خود کی تھی اور اس کے آخری ورق پر خان آرزو نے اپنے ملاحظات بھی لکھے تھے،لہذا وہ تحریر خاص اہمیت اور قدر و قیمت کا حامل قرار پاتی ہے اور نسخۂ داؤدی کے کاتب دولت رام نے اس کی قدر و قیمت کے پیش نظر اس یادداشت کو جداگانہ نقل کیا ہے جس کے اختتام پر اس نے اپنا نقطۂ نظر بھی تحریر کیا کر دیا ہے۔خان آرزو کی یادداشت درج ذیل ہے:

> **''کتاب سراج اللغۃ از مؤلفاتِ فقیرِ کثیر التقصیر، سراج الدین علی آرزو تخلص، کہ حسب الامر امارت و ایالت مرتبت،مصرع برجستۂ دیوان شوکت،قدر دان مردم دانشور،صاحب هنر مند، ذو اللسانین پارسی و تازی،همچون زبان واقف حقیقی و مجازی،حاوی دائرۂ انفس و آفاق،ممدّ و جهات عالم اخلاق،رصد بند عرش الکمال اهلیّت،مفسّرِ سورۂ اخلاص آدمیّت،جان معنی و معنی**

**جان،محمد...... (** نام مٹا ہوا**)خان سلمه الرحمان نویسانیده و بقدر مقدور به تصحیح رسانیده .متوقع از جناب صمدیت اینست که مقبول طبع اهل سخندان با انصاف و نکته فهم بی اعتساف گردد۔ بمنّه و فضله. حررّه من الفه.''**

کا تب دولت رام نے اس یادداشت کے بارے میں یوں توضیح دی ہے:

**''این عبارت بر پشت منقول عنه از دستخط خاص سراج الدین علی آرزو مرقوم بود،تیمناً و اعتباراً نقل برداشت.''**

دولت رام کی یادداشت سے صاف ظاہر ہے کہ وہ ایک باخبر نسخہ شناس اور نسخہ پرداز رہا ہے اور مولوی حشمت علی کی فرمائش پر سراج اللغۃ کا نیا نسخہ لکھنے اور تیار کرنے میں خوشنویسی اور تزئینات کے علاوہ،جن کا ہم نے اس مقالے میں ذکر نہیں کیا،ہر وہ کام کیا ہے جس نے اس جدید التحریر نسخے کو معتبر اور مستند شکل بخشی ہے۔اٹھارہویں صدی عیسوی میں اسلامی تہذیب سے متاثر ہ ہندوستان میں ایک ہندو کاتب کا یہ اہتمام کم از کم میرے لیے تو بہت متاثر کن اور قابل داد ہے۔

حوالے

۱۔ دیکھیے: ہاشمی مینا باد،حسن: واژه نامۂ نسخه شناسی و کتاب پردازی ،مؤسسۂ نشر فہرستگان ،تہران،۱۳۷۹ ش ،ص ۲۹،مؤلف نے''انجامہ'' کی اصطلاح کو اس کے تمام متبادل الفاظ،مثلاً: ترقیمہ،خاتمۃ الکتاب،دستینہ وغیرہ پر ترجیح دی ہے۔

۲۔ یہ مقالہ نمیرم ازاین پس که من زنده ام (فردوسی کانفرنس کا مجموعۂ مقالات ) مرتبہ ڈاکٹر غلام رضا ستودہ ،تہران یونیورسٹی ۱۳۷۴ ش ،میں شائع ہو چکا ہے ۔(ص ۲۵۵-۲۵۹)

۳۔ جامی نفحات الانس کے آخر میں کہتے ہیں:

**این نسخه مقتبس ز انفاس کرام**
**کز سوی نفحات اُنست آید به مشام**
**از هجرت خیر بشر و فخر انام**
**در هشتصدو هشتاد و سیم گشت تمام**

دیکھیے: محمود عابدی ایڈیشن،انتشارات اطلاعات،تہران،۱۳۷۰ ش،ص ۶۳۴

۴۔ عارف نوشاہی،''نسخہ نفحات الانس از روزگار جامی''،**آیندہ** ،تہران ، سال ۱۰،ص ۵۸۷

راقم این حروف یعنی سراج الدین علی آرزو دست نظر ثانی کرد و در واقع بتصحیح کلیت
باعزیز دوستان لاله ٹیکچند بهار تخلص رسید او سبحانه مقبول اهل معنی گرداناد بمنّه و فضله

الحمد لله و المنة که این کتاب مستطاب سراج اللغة من تالیف
سراج الدین علی آرزو تخلص بتاریخ بست و ششم ماه ذیقعده سنه ۱۲۵۶
یکهزار و دوصد و پنجاه و شش هجری مطابق بست و یکم ماه جنوری
سنه ۱۸۴۱ عیسوی یکهزار و هشتصد و چهل و یک عیسوی موافق ماه بدی
پوه سمبت ۱۸۹۷ روز پنجشنبه در مقام دار الخلافه شاهجهان آباد
حرسها الله من الآفات از منقول عنه لاله صاحب عنایت فرما
لاله دهرمچند صاحب نقل برداشتم بنظر بوده مولوی حشمت علی
صاحب از دست مستهام بنده [illegible] قوم کایته [illegible]
عفی الله عنه در سنه ۵ جلوس بهادر شاه بادشاه
غازی خلد الله ملکه و سلطانه بوقت چهار گهڑی روز
برآمده بر دیوانخانه جناب منشی [illegible] صاحب [illegible]
کتبه [illegible] بپیرایه اختتام و زیور اتمام رسید